Tarjihaat
Volume:II
Issue :X
اکتوبر ۲۰۲۲
ترجیحات
ISSN: 2583-0082

محمد شفاء اللہ صدیقی

صدر شعبہ اردو، عربی و مطالعہ اسلامیات

جی۔وی۔ای۔آئی، سری نگر کشمیر

اقبال کے مجموعہ کلام بال جبریل پر ایک طائرانہ نظر

بال جبریل (۱۹۳۵ء) آخری عمر میں تخلیق کردہ علامہ کا دوسرا مجموعہ کلام اور اردو شاعری کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ اسے اسرار خودی (۱۹۱۴ء)، رموز بے خودی (۱۹۱۵ء) پیام مشرق (۱۹۳۲ء)، زبور عجم (۱۹۲۷ء) اور جاوید نامہ (۱۹۳۲ء) کا عطر مجموعہ یا معجون مرکب کہا جا سکتا ہے۔ اسمیں چھوٹی بڑی تمام نظمیں ۵۹، غزلیں ۶۱، قطعات ۲ اور کل رباعیات ۳۹ ہیں۔ مجموعہ کے سرورق پر مرقوم یہ شعر "پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر۔ مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر" نادان و کج فہم افراد پر گہرا طنز ہونے کے ساتھ ساتھ ناقدر شناسان اقبال کے لئے ایک زبردست تازیانہ ہے۔

بال جبریل اپنے مشمولات اور شعری ہیئتوں کے تجربے دونوں لحاظ سے اپنی

نوعیت ایک منفرد ادبی و شعری تخلیق ہے۔ اس کی اس مسلمہ انفرادیت و خصوصیت کے سلسلے میں پروفیسر آل احمد سرور اپنی کتاب " دانشور اقبال" میں صفحہ نمبر ۷۷ پر کچھ اس طرح رقمطراز ہیں کہ "اسمیں اقبال کی شاعری کا بدر کامل ہی نہیں اردو شاعری کی صدیوں کی چمن بندی کا حاصل بھی مل جاتا ہے۔ اسکی نظمیں، غزلیں دونوں اردو شاعری کی آبرو ہیں۔ بنا بریں اگر مجھے ہزاروں کتابوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہو، سمندر میں سے ایک موج پر توجہ مرکوز کرنی ہو، باغ میں سے ایک پھول چننا ہو، دھنک کے سات رنگوں میں سے ایک کا نام لینا ہو تو بال جبریل کا نام لونگا"۔(۱)

بلاشبہ اقبال کی شعری تصنیف "بال جبریل" سرتاپا انسانی زندگی کے اہم عناصر کا ایک دلکش اور دیدہ زیب منظر نامہ ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مجموعہ میں شامل تمام نظموں، غزلوں، قطعوں اور رباعیوں کا تجزیہ اس مختصر سے مضمون میں پیش کر پانا مجھ جیسے اردو کے ایک طالب علم کے لئے بہت مشکل ہے۔ لہذا میں اپنے اس مضمون میں اقبال کے مذکورہ بالا مجموعہ "بال جبریل" کی صرف اُنہی نظموں کا مختصر تجزیہ یا اجمالی جائزہ پیش کروں گا جن کی وجہ سے اقبال دنیائے شعر و ادب میں امر ہیں۔ چنانچہ "لینن خدا کے حضور میں"، "فرمان خدا"، "جبریل و ابلیس"، "الارض للہ"، "لالہ صحرا"، "فرشتے آدم کو رخصت کرتے ہیں"، "روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے"، "اذان"، "طارق کی دعا" اور "شاہین" مختصر نظموں میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ جب کہ "مسجد قرطبہ"، "ساقی نامہ"، "

ذوق وشوق‘‘اور’’ پیر رومی ومرید ہندی‘‘ طویل نظموں میں مجموعۂ بال جبریل کی وہ قابل قدر اور لائق تقلید اردو کی نمائندہ نظمیں ہیں جنہیں اقبال کی شاعرانہ عظمت کے بلند مینار کی حیثیت حاصل ہے۔تاہم ذیل میں طوالت کے خوف سے صرف انہی نظموں کا مختصراً تجزیہ پیش ہے جو ان نظموں میں گل سر سبد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مسجد قرطبہ :۔’’مسجد قرطبہ‘‘،یقیناہسپانوی سرزمین پر واقع سنگ و خشت سے مرقوم ایک مستند تاریخ اور مسلمانان اندلس کی جانفشانی کی علامت،انکے ذوق عبودیت کی پہچان اور اسلامی تصور حیات کی جیتی جاگتی ایک تصویر کہی جاسکتی ہے۔مسجد شاعر کی نظر میں مانند حرم پاک اور خون مسلمانان اندلس کی امین ہے۔بقول آل احمد سرور’’مسجد قرطبہ بیانیہ نظم ہونے کے ساتھ ساتھ علامتی نظم بھی ہے ۔غالبا دنیا کی کسی شاعری میں مسجد کو علامت بناکر اس طرح کی نظم نہیں کہی گئی‘‘(دانشور اقبال) نظم کی موضوعاتی وسعت،دائرۂ تخیل کی ہمہ گیریت،اس کے کینوس کے پھیلائو،اس کے پس منظر کے طویل و عریض تاریخی شعور پر مبنی ہونے اور اس میں پائے جانے والے مضامین کی آفاقیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے روائع اقبال کے مترجم مولوی شمش تبریز’’نقوش اقبال‘‘میں ایک جگہ رقمطراز ہیں’’اس میں تقریبا فتح اندلس سے لیکر زمانہ حال تک کے تاریخی حوادث وانقلاب اور فکر وفلسفہ کی اہم تحریکات تک کاذکر آگیا ہے۔اس کے ساتھ ہی اقبالؒ کا نظریہ حیات وکائنات،ان کا فلسفہ خودی،مرد مومن کا تخیل،ایمان وعشق کے بارے میں واضح تصورات،ان کا فلسفہ وتاریخ،ان کا نظریہ شعر وادب،فنون لطیفہ کے بارے میں ان کا طرز عمل زندگی کے تخلیقی وتحریکی عناصر اور ان کے علاوہ بہت سے واضح نظریات اس نظم میں آگئے ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسجد قرطبہ کے آئینہ میں ہم اقبال کی ہشت پہلو شخصیت کے خط وخال دیکھ سکتے ہیں اور ان سے مل سکتے ہیں‘‘۔(۲)

جہاں تک نظم کی فنی خوبیوں کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں جگن ناتھ آزاد کا یہ ایک اقتباس کافی ہے،جو ڈاکٹر فخر الاسلام کی مرتب کردہ کتاب’’اقبال کی نظموں کا تجزیاتی مطالعہ‘‘ کے صفحہ نمبر ۸۰-۸۱ پر درج ہے۔چناچہ وہ (جگن ناتھ آزاد) اس نظم کی ادبی اور فنی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ایک نگارش میں لکھتے ہیں:۔

’’ اس نظم کا ہر بند غیر مردف اشعار پر مشتمل ہے اور ٹیپ کا ہر شعر مردف ہے۔خدا جانے یہ محض اتفاق ہے یا التزام جو شاعر کے نغمہ آشنا احساس نے برقرار رکھا ہے۔یہ نظم صرف اقبال کا ہی شاہکار نہیں بلکہ ساری اردو شاعری کا شاہکار ہے۔اردو شاعری میں اس نظم کے سوا کچھ نہیں ہوتا تو بھی ہماری اردو شاعری دنیا کی صف اول کی شاعری میں ایک ممتاز مقام حاصل کر سکتی تھی۔مسجد قرطبہ شعریت ورومانیت، حقیقت پسندی،رمزیت اور ایمائیت کا ایک ایسا حسین امتزاج ہے کہ ہماری ساری اردو شاعری روز اول سے آج تک اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے‘‘۔(۳)

ساقی نامہ:۔

’’ساقی نامہ‘‘،اقبال کی ایک شاہکار انقلابی نظم ہے۔جس میں خودی اور زندگی پر سیر حاصل بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے۔نظم

مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے۔زندگی اور موت کی حقیقت کو دو دو چار کی طرح سمجھانے والی یہ نظم خداشناسی کے لیے خودی کو لازمی قرار دیتے ہوئے اسے انسانوں کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ گردانتے ہیں۔

ڈاکٹر کلیم الدین احمد نے نظم کے پس منظری حسن اور اچھوتے خیالات دونوں لحاظ سے انفرادیت کی حامل نظم ''ساقی نامہ'' کو اقبال ؒکی بہترین نظموں میں شمار کیا ہے۔انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ نظم کا عنوان یقیناپرانا ہے تاہم اس میں پیش کردہ خیالات واحساسات نئے ہیں۔گویا پرانی بوتل میں نئی اور بھری ہوئی شراب پیش کی ہے۔مثلاًیہ اشعار دیکھیے(۴)

ہوا خیمہ زن کاروان بہار-ارم بن گیا دامن کوہسار

گل ونرگس وسوسن ونسترن-شہید ازل لالہ خونیں کفن

جہاں چھپ گیا پردۂ رنگ میں-لہو کی ہے گردش رگ سنگ میں

صنائع لفظی اور بدائع معنوی کا حسین مرقع یہ نظم اپنے ایک ایک شعر میں اسلامی تاریخ کے کئی کئی اوراق سمیٹے ہوئی ہے۔نظم سات بندوں پر مشتمل مستقل سات مختلف موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔چنانچہ منظر نگاری، مسلمانوں کے موجودہ حالات کا تجزیہ دور حاضر کی روشنی میں،نوجوانان امت کیلئے بارگاہ الہی میں دعاریزی،زندگی کی ماہیت،زندگی کی خصوصیات،خودی کی ماہیت اور خودی کی خصوصیات اس نظم کے بالترتیب موضوعات ہیں مثلا یہ اشعار دیکھئے!

فضا نیلی نیلی ہوا میں سرور

ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور

حقیقت خرافات میں کھو گئی

یہ امت روایات میں کھو گئی

جوانوں کو سوز جگر بخش دے

مرا عشق میری نظر بخش دے

یہ ثابت بھی ہے اور سیار بھی

عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی

بڑی تیز جولاں بڑی زود رس

ازل سے ابد تک رم یک نفس

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے

فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

خودی شیر مولا جہاں اسکا صید!

زمیں اسکی صید، آسماں اسکا صید!

فنی طور پر اس نظم میں سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ رعنائی و غنائیت ہے۔یہاں فصاحت و بلاغت کا صحیح مطلب، جذبات نگاری و فطرت کشی کی بہترین مثال، فلسفہ و حکمت کا موجزن سمندر محسوس کیا جا سکتا ہے۔بقول آل احمد سرور ''ساقی نامہ میں منظر نگاری ،حال پر تبصرہ، زندگی کے ارتقا اور حیات کے موت پر فتح پانے کی اور دریا کو کوزے میں بند کرنے کی جو مثالیں ملتی ہیں وہ حکیمانہ شاعری کی بڑی دل کش نمائندگی کرتی ہیں۔ساقی نامہ کا اعجاز یہ ہے کہ اس کے ایک ایک مصرعے میں داستان حیات کے بہت سے اوراق آ گئے ہیں ''(۵) بالخصوص نظم کا آخری حصہ قاری پر بے خودی کی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔اسلوب سادہ، بندش دلنشیں اور عمدہ فارسی تراکیب اس میں نظر آتی ہیں۔ نظم کی مندرجہ بالا خصوصیات کی بنا پر ہی کلیم الدین احمد جیسا بت شکن نقاد بھی اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرنے پر مجبور ہوا۔ ''نظم ''ساقی نامہ'' ایک بہت ہی لطیف، پیچیدہ، رنگین اور توانا نظم ہے اور اس میں نقوش و آہنگ کی ایسی فنکارانہ گونج ہے جو اردو نظموں میں ناپید ہے،،(۶)

لینن خدا کے حضور میں:۔

اقبال نے اس نظم میں مغربی تہذیب و تمدن کی تصویر کشی کی ہے اور وہاں کی اخلاق باختہ و انسانیت سوز صورتحال کا منظر نامہ لینن کی زبان سے بارگاہ الٰہی میں پیش کیا ہے۔ نظم میں پیش کردہ اقبالؒ خیالات سے اس (نظم) کا اشتراکی انقلابات کے سلسلے میں کیے جانے والے اقدامات کے لیے ایک جواز قرار پانا معلوم ہوتا ہے۔جب کہ نظم اپنے جملہ مشمولات اور افکار کے تناظر میں ایک فنکار کے تئیں دوسرے فنکار کی ہمدردی اور اسکی کردار نگاری میں دوسرے فنکار کا حقیقت پسندی کے پہلو کو تلاش لینے کی ایک عمدہ ترین مثال ہے۔ ساتھ ہی ایک مفکر کا دوسرے مفکر کی قدر شناسی کو یقینی بنانا بھی ہے۔آل احمد سرور بقول ''اقبالؒ نے لینن کے نقطہ نظر کو جس شاعرانہ چابکدستی سے پیش کیا وہ انھیں کا حصہ ہے''(۷)

چند اشعار دیکھئے !

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے

حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس

کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

غور کیجئے اقبال نے کیا ہی خوبصورت لب ولہجہ میں حقیقی تعلیم اور ربانی علم کا تعارف کراتے ہوئے صحیح نظام تعلیم کی طرف ہم سب کی توجہ مرکوز کرائی ہے۔ جبکہ مغربی علوم کے منفی اثرات کے نمونے کے طور پر انہوں نے یورپ کا نقشہ ہمارے سامنے لا کر رکھدیا ہے۔ یہیں سے اسلامی تعلیمات کی افادیت اور تعلیمی طرز نبوی ﷺ کی اہمیت طشت از بام ہو جاتی ہے۔

دوسرے شعر سے حکومت کی ظاہر داری، ارباب اقتدار کی چنگیزیت، حکمرانوں کے ظلم وجور کا منظر نامہ، سامراجیت، بے روح سائنسی معلومات اور بے دین تہذیب کا خوبصورت نقشہ سامنے آتا ہے۔ جس سے انسانیت سوز مغربی تہذیب وتمدن کا پردہ بالکل چاک ہو کر رہ گیا ہے۔ اس شعر میں اقبال نے حقیقی تعلیم اور صحیح حکمت ودانائی کا درس دیا ہے۔ جو طویل غور وخوض کے بعد قاری پر نمایاں ہوتا ہے۔

تیسرا شعر یورپ کی انتہائی درجہ کی ذلت وخواری کی داستان اور گمراہی وبے راہ روی کی کہانی ہے۔ اقبال نے دورۂ یورپ کے بعد شاید اسی لئے کہا تھا۔ کہ ان مدارس کو یونہی رہنے دو ورنہ یورپ کے میخانے دیکھ آیا ہوں۔ ہر طرف حیوانیت و عریانیت کا ننگا ناچ ہوتا ہے۔ ظلم وبربریت کی سنگ باری ہوتی ہے۔ ہر سو بدکاری وعیاشی کے اڈے اور غربت وافلاس کی تصوریریں ہی تصویریں نظر آتی ہیں۔

نظم فرمان خدا:۔

یہ نظم ایک موثر اور معنی خیز کامیاب تمثیل ہے۔ اقبال کی سیاسی بصیرت کو ظاہر اور مزدور طبقہ کی زندگیوں میں لہر و تموج پیدا کرتی ہے۔ اس یہاں دین کے نام پر دھوکہ باز پجاریوں کی قلعی کھول دی گئی ہے۔ اس میں ظالم ومظلوم کے مابین ایک جنگ چھیڑ دی گئی ہے ۔ مظلوموں کی انقلابی آواز جو حالات سے پیدا شدہ جھنجھلاہٹ کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح یہ نظم مذہبی امور میں خلوص کے عنقا ہونے کو بھی نہایت طنزیہ انداز میں بیان کرتی ہے۔ چنانچہ نظم حرم پاک کو تصنع و تکلف کے بجائے فطری اور اصلی سادگی بخشنے پر زور اور اس میں ظاہر داری کی جملہ خود ساختہ علامتوں کو نیست ونابود کردینے کا ایک حسین درس بھی دیتی ہے۔ اکثر نقادوں نے اس نظم کو اشتراکیت کا منشور قرار دیا ہے۔ ردیف و قافیہ کا فنکارانہ استعمال یقینا نغمگی و موسیقیت کا حق ادا کرتا محسوس ہو رہا ہے۔ آغاز سے انجام تک ایک انقلابی لہجہ، گرجدار آواز اور جلالی کیفیت نمایاں ہے۔ نظم کے مندرجہ ذیل اشعار قابل حفظ ہیں۔ مثلا یہ اشعار دیکھیے !

گرماؤ غلاموں کا لہو سوز یقیں سے

کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے

پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے

میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو

نظم جبریل وابلیس:۔

یہ ایک تمثیلی نظم ہے اس میں فنی لحاظ سے تقریبا جملہ خوبیاں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ نظم کا آغاز جبریل و ابلیس کے مابین مکالمہ سے اسطرح ہوتا ہے۔ہمدم دیرینہ ؟ کیسا ہے جہان رنگ و بو۔سوز و ساز و درد و داغ و جستجوئے آرزو۔اس شعر میں جہاں ہمدم دیرینہ سے شاعری کا رمزیہ انداز بیان ظاہر ہے۔وہیں یہ نظم استعارات و تشبیہات کے پردے میں استقامت و خودداری، اخلاقی جرأت و ہمت اور پامردی و ثبات قدمی کے راز بھی کھولتی ہے۔ نظم مومن کو فقط احکام الٰہی کا پابند گردانتی ہے۔ایک شعر ملاحظہ کیجئے!

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح

تو فقط اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

طارق کی دعاء :

"طارق کی دعاء" شاعری کی تیسری آواز کی نمائندہ اور اقبال کی ایک عمدہ شاہکار نظم ہے۔طارق بن زیاد کی زبانی اقبال نے قوم مسلم کے لئے عزت و سربلندی اور اولعزمی و عالی حوصلگی کی دعاء کی ہے۔ نظم کی ابتدا میں کی گئی مجاہدین کی تعریف کو ان اشعار میں پڑھئے اور سر دھنیے۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے

جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی

دو نیم انکی ٹھوکر سے صحراء و دریا

سمٹ کر پہاڑ انکی ہیبت سے عاری

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

یہ نظم سرزمین اندلس میں بپاہوچکے معرکۂ حق و باطل اوراس موقع پر دکھائی دے رہی فرزندان توحید کی نہایت بے سروسامانی کو برملا پیش کرتی ہے۔جب کہ نظم کے اشعار طارق بن زیاد کے ہاتھوں جلائی جاچکی کشتیوںکے دلفریب نظارے کو بھی بڑی خوب صورتی سے بیان کرتے ہیں۔

نظم ایک اسم با مسمیٰ شعری تخلیق اوراپنے جلو میں اسلامی تاریخ کے حسین باب کو لیے ہوئے ہے۔ایسے پرخوف اور جنگی ماحول میں مختصر مسلم فوج کا قائد باصفا، پیکر زہد و تقا، طارق بن زیاد خدائے وحدہ لاشریک لہ کی قدرت کاملہ پر کلی اعتماد کرتے ہوئے، نصرت الٰہی او رمدد خداوندی کی آس لگائے،اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے مومنانہ وار رزمگاہ توحید و شرک میں کھڑے دربار الٰہی میں دست دراز ہیں۔کیونکہ اب یہی وہ واحد ہتھیار ہے جو فتح و ظفر سے اس امت مسلمہ کو سرفراز کرسکتی ہے۔جب کہ نبی پاک ﷺ نے بھی غزوۂ بدر کے صبر آزما موقع پر-جب مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار مشرکوں کے مقابلہ میں صرف زائد از تین سو تھی- قبلہ روہو کر دونوں ہاتھ دراز کرکے بارگاہ خدا میں ان الفاظ میں دعا فرمائی تھی،اللھم این ماوعدتنی؟اللھم أنجز ماوعدتنی،اللھم انک اِن تھلک ہذہ العصابۃ من أہل الاسلام فلا تعبد فی الأرض ابداً۔ترجمہ: اے اللہ! وہ کہاں ہے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔اے اللہ! آپ نے جو مجھ سے وعدہ فرمایاہے اسے پورا فرمایئے۔اے اللہ! اگر آپ نے اس(مٹھی بھر)اہل اسلام کی جماعت کو ہلاک کردیا تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کبھی نہیں ہوسکے گی۔(۸)اسی سنت کی اتباع میں اقبال نے بھی طارق بن زیاد کے کردار کے ذریعہ اپنی امت کے لئے اسطرح دعا کی ہے۔

عزائم کو سینوں میں بیدار کردے

نگاہ مسلماں کو تلوار کردے

غرض یہ کہ نظم ''طارق کی دعا''اقبال کی اسلام پسندی اور تاریخ اسلام سے ان کے تعلق ولگاؤ کا سچا ثبوت ہے۔ملت کی ترقی اور ترفعی اوراس کے سامنے درپیش مسائل کے موزوں حل کے لیے اسلامی تعلیمات کا سہارا لینے کی تعلیم و تبلیغ بڑی خوش اسلوبی اور خوش آہنگی کے ساتھ اس نظم میں جگہ پاگئی ہے۔

مجموعی طور پر ''بال جبریل،، میں شاعرانہ شوخیاں، سرمایہ داروں کی مذمت، حقائق زندگی کا دلنشیں اظہار، رجائیت و املیت، عشق نبوی و تعریف محمدی،اور شعریت وغنائیت سب کچھ ہے۔مثلاً یہ اشعار دیکھئے!

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں

کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی

اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلادو

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
قناعت نہ کر عالم رنگ وبو پر
چمن اور بھی ہیں آشیاں اور بھی ہیں

آل احمد سرور کے الفاظ میں ''بال جبریل'' میں وہ نشہ ہے جس میں نجات بھی ہے،اس میں شاعری کی پہلی آواز ''غنائیت'' دوسری آواز ''خطابت'' اور تیسری آواز ''ڈرامائی اسلوب'' تینوں ملتی ہیں''(۹)

مراجع وحوالاجات

۱۔پروفیسر آل احمد سرور،دانشور اقبال،ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ،ص ۲۷۷

۲۔مولوی شمش تبریز''نقوش اقبال، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام،لکھنؤ،ص ۱۸۴-۱۸۳

۳۔بحوالہ اقبال کی نظموں کا تجزیاتی مطالعہ مرتب کردہ ڈاکٹر فخر الاسلام ص ۸۰-۸۱

۴۔ڈاکٹر کلیم الدین احمد،اقبال-ایک مطالعہ، کریسنٹ کوآپریٹیو،پبلشنگ سوسائٹی لمیٹیڈ،جگ جیون روڈ،گیا،ص ۲۰۰

۵۔پروفیسر آل احمد سرور،دانشور اقبال،ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ،ص ۲۸۰

۶۔ڈاکٹر کلیم الدین احمد،اقبال-ایک مطالعہ، کریسنٹ کوآپریٹیو،پبلشنگ سوسائٹی لمیٹیڈ،جگ جیون روڈ،گیا،ص ۲۱۷

۷۔پروفیسر آل احمد سرور،دانشور اقبال،ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ،ص ۲۸۱

۸۔امام مسلمؒ، مسلم شریف،حدیث نمبر:۲۶۳،۷امام احمد بن حنبل،مسند احمد،حدیث نمبر:۲۰۸

۹۔پروفیسر آل احمد سرور،دانشور اقبال،ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ،۲۸۲

***